ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1347

Program:

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: کمرشل جغرافیہ (1347)

سطح/پروگرام: ایف اے/ آئی کام—شعبہ کامرس

سمسٹر: خزاں 2026 (Autumn 2026)

مشق نمبر 2 (Assignment No. 2) — یونٹ: 5 تا 9

کل نمبر: 100 | کامیابی کے نمبر: 40

Reference & For Study — ASSIGNMENT GUIDE SOLVED

نوٹ: یہ حل شدہ رہنما صرف مطالعے اور حوالے کے لیے ہے۔ طلبہ جوابات کو اپنے الفاظ میں، اپنی سمجھ اور مشاہدے کے مطابق تحریر کریں؛ ہو بہو نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے اور یونیورسٹی کی ہدایات کے مطابق مشق مسترد ہو سکتی ہے۔ جہاں مثالی یا فرضی مقامی اعداد و شمار دیے گئے ہیں وہاں اس کی صراحت کر دی گئی ہے—طالب علم اپنے علاقے کے اصل مشاہدے سے انہیں بدل کر لکھے۔

سوال نمبر 1: پاکستان کو درپیش زرعی مسائل کی تفصیل بیان کریں اور ان مسائل کے حل کے لیے تجاویز بھی تحریر کریں۔ (20)

تعارف

زراعت پاکستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ آبادی کا بڑا حصہ بالواسطہ یا براہ راست اسی شعبے سے وابستہ ہے، صنعت کو خام مال، خصوصاً ٹیکسٹائل کو کپاس، اسی سے ملتی ہے اور ہماری خوراک کی حفاظت کا دارومدار بھی کھیتوں پر ہی ہے۔ اس اہمیت کے باوجود پاکستانی زراعت اپنی استعداد کے مطابق پیداوار نہیں دے پا رہی؛ فی ایکڑ پیداوار کئی

حوالوں سے خطے کے ممالک سے بھی کم ہے اور آبادی بڑھنے کے ساتھ خوراک کی مانگ مسلسل بڑھ رہی ہے۔ اس سوال میں درپیش مسائل کو منظم انداز میں گروہوں کی صورت میں بیان کرنا مقصود ہے، مثلاً زمین و پانی کے مسائل، بیج و کھاد کے مسائل، تکنیک و مشینری، قرض و منڈی اور آب و ہوا کی تبدیلی کے مسائل، اور پھر ہر بڑے مسئلے کے مقابل قابلِ عمل تجاویز پیش کرنا ہیں۔ ایسا دو طرفہ جائزہ ہی سائنسی جواب کہلاتا ہے کیونکہ محض مسائل گنوانا کافی نہیں، حل کی طرف اشارہ بھی اتنا ہی ضروری ہے۔

زمین اور پانی کے مسائل

پہلا بڑا مسئلہ زمین کا ہے۔ نسلوں سے وراثت میں تقسیم ہوتے ہوتے کاشت کاری کے ٹکڑے، یعنی ہولڈنگز، بہت چھوٹے ہو گئے ہیں؛ چھوٹے کھیت میں ٹریکٹر اور جدید مشینری کا استعمال معاشی طور پر سود مند نہیں رہتا اور کاشت کار پرانے طریقوں پر مجبور رہتا ہے۔ دوسری طرف کمرشل زمین، مٹی کی زرخیزی میں کمی اور شہروں و ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے پھیلاؤ سے زرعی زمین کا مسلسل کم ہونا بھی سنگین مسائل ہیں۔ دوسرا بڑا مسئلہ پانی کا ہے۔ پاکستان پانی کی قلت والے ممالک کی طرف بڑھ رہا ہے؛ دریاؤں کا بہاؤ موسمی ہے، ذخائر یعنی ڈیم محدود ہیں اور نہری پانی کا بڑا حصہ کچی نہروں اور سطحی آبپاشی میں ضائع ہو جاتا ہے۔ زمین کے اندر سے ٹیوب ویلوں کے بے دریغ استعمال سے زیرِ زمین پانی کی سطح کئی علاقوں میں نیچے جا رہی ہے اور جنوبی علاقوں میں سمندری پانی کے آگے بڑھنے سے زمینیں نمکین ہو رہی ہیں۔ کاشت کار کو فصل کے نازک مرحلے پر پانی نہ ملے تو ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے، اس لیے پانی دراصل پاکستانی زراعت کا سب سے حساس مسئلہ ہے۔

بیج، کھاد، تکنیک اور قرض کے مسائل

تیسرا مسئلہ مداخل یعنی ان پٹس کا ہے۔ اچھے اور مصدقہ بیج کی فراہمی ناکافی ہے؛ بہت سے کاشت کار اپنی ہی فصل سے رکھا پرانا بیج بوتے ہیں جس سے پیداوار اور بیماریوں کے مقابلے کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ کیمیائی کھاد مہنگی ہے، بجلی و ڈیزل کی قیمتوں سے ٹیوب ویل کی آبپاشی بھی مہنگی پڑتی ہے اور کیڑے مار ادویات میں ملاوٹ کی شکایات عام ہیں۔ چوتھا مسئلہ تکنیک اور توسیعی خدمات کا ہے؛ زرعی تحقیق کے نتائج اور نئی معلومات کاشت کار تک پہنچانے والا نظام کمزور ہے، جبکہ کئی علاقوں میں اب بھی ہل اور دستی اوزاروں سے کام چل رہا ہے کیونکہ چھوٹا کاشت کار مشینری خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا اور کرائے کی سہولت بھی محدود ہے۔ پانچواں مسئلہ قرض کا ہے؛ باقاعدہ بینک قرض کے لیے

کاغذی کارروائی اور ضمانت کی شرائط چھوٹے کاشت کار کے لیے مشکل ہوتی ہیں، چنانچہ وہ مجبوراً آڑھتی یا مقامی ساہوکار سے مہنگا قرض لیتا ہے اور فصل کی فروخت بھی اسی کے ہاتھ کرنے پر دباؤ میں رہتا ہے۔

منڈی، ذخیرہ اور موسمی تبدیلی کے مسائل

چھٹا مسئلہ منڈی اور قیمت کا ہے۔ فصل پکنے کے موسم میں پیداوار یک لخت بازار آ جانے سے قیمتیں گر جاتی ہیں اور کاشت کار لاگت بھی پوری نہیں کر پاتا، جبکہ گوداموں، کولڈ اسٹوریج اور پروسیسنگ کی کمی سے پھل و سبزی کی بڑی مقدار منڈی تک پہنچنے سے پہلے یا منڈی میں ہی ضائع ہو جاتی ہے۔ آڑھتی نظام میں کاشت کار کا حصہ کم اور درمیانی مراحل کا زیادہ ہونا بھی عام شکایت ہے۔ ساتواں مسئلہ، جو حالیہ برسوں میں شدت اختیار کر گیا ہے، موسمی تبدیلی ہے؛ بارشوں کے بدلتے ہوئے رخ، غیر متوقع سیلاب، شدید گرمی کی لہریں اور دھند و کہرے کے مراکز بدلے ہیں جن سے فصلوں کے موسم اور پیداوار دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ ماضی کے بڑے سیلابوں نے کھڑی فصلوں، مویشیوں اور دیہی انفراسٹرکچر کو بھاری نقصان پہنچایا، جو ظاہر کرتا ہے کہ زراعت اب صرف اقتصادی نہیں بلکہ ماحولیاتی خطرے سے بھی دوچار ہے۔ اس کے علاوہ مویشیوں کی بیماریاں، فصلوں کے کیڑے اور اچانک آنے والی وبائی صورت حال بھی کاشت کار کی چھوٹی سی بچت کو ختم کر دیتی ہے۔

جدول 1: زرعی مسائل اور ان کے حل کا خلاصہ

مسئلہ	تجویز کردہ حل
زمین کے چھوٹے ٹکڑے اور کلر	مشترکہ مشینری، زمین کی بحالی، زرعی زمین کا تحفظ
پانی کی قلت و ضیاع	لائننگ، ڈرپ آبپاشی، چھوٹے ذخائر، بروقت تقسیم
ناقص بیج و مہنگی کھاد	مصدقہ بیج کی پیداوار، مٹی تجزیہ، ملاوٹ کی نگرانی

مہنگا قرض و منڈی کا استحصال	آسان فصلی قرض، بیمہ، کولڈ چین، قیمتوں کی بروقت معلومات

حل کے لیے تجاویز

ان مسائل کے حل کے لیے کئی سطحوں پر بیک وقت کام کرنا ہو گا۔ زمین کے معاملے میں زمینی اصلاحات کے بجائے عملی اقدامات زیادہ مفید ہیں، مثلاً چھوٹے کاشت کاروں کی باہمی شراکت سے مشینری کا مشترکہ استعمال، کلر زدہ زمین کی بحالی کے لیے جپسم و نالیوں کی سہولت اور زرعی زمین کو رہائشی پھیلاؤ سے بچانے کے لیے قانون سازی۔ پانی کے مسئلے میں نہروں کی پکی لائننگ، ڈرپ اور اسپرنکلر آبپاشی پر سبسڈی و تربیت، چھوٹے ڈھانچے اور بارش کے پانی کو محفوظ کرنے کے انتظامات اور فصل کی منصوبہ بندی کو پانی کی دستیابی سے مشروط کرنا ضروری ہے۔ بیج و کھاد میں مصدقہ بیج کی مقامی پیداوار بڑھائی جائے، مٹی کے تجزیے کے بعد متوازن کھاد کی سفارش عام کی جائے اور ملاوٹ کے خلاف سخت نگرانی ہو۔ قرض کے نظام میں موبائل بینکاری اور فصلی قرض کی آسان اسکیمیں، فصلی بیمہ یعنی انشورنس کا پھیلاؤ اور دیہی سطح پر زرعی بینکنگ کی رسائی بڑھانا وقت کی ضرورت ہے۔ منڈی کے لیے گودام و کولڈ چین، کسان منڈیوں تک راست رسائی، موبائل فون پر قیمتوں کی بروقت معلومات اور آلو پیاز جیسی فصلوں کی پروسیسنگ صنعت لگانا تجویز کیا جا سکتا ہے۔ ذیل کی جدول میں مسائل اور تجاویز کا جوڑا خلاصہ پیش ہے۔

مزید یہ کہ تحقیق و توسیع کو مضبوط کیے بغیر کوئی حل پائیدار نہیں ہو گا۔ زرعی جامعات اور تحقیقی اداروں کو گرمی و خشک سالی برداشت کرنے والی اقسام، کم پانی والی فصلیں اور کیڑوں کے حیاتیاتی انسداد پر کام تیز کرنا چاہیے اور توسیعی کارکن کاشت کار کے کھیت تک باقاعدہ جائیں۔ نوجوانوں کو زراعت میں جدید کاروبار، یعنی ایگری بزنس، کی طرف راغب کرنے سے یہ شعبہ روزگار کا بڑا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ یہ تجاویز بڑی حد تک پہلے سے معروف ہیں، اصل سوال ان پر تسلسل سے عمل کا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان کی زراعت چھوٹی ہولڈنگز، پانی کی قلت، مہنگے و ناقص مداخل، کمزور تحقیق و توسیع، مہنگے قرض اور غیر مستحکم منڈی جیسے مسائل کے ساتھ موسمی تبدیلی کے نئے خطرے سے بھی دوچار ہے۔ تاہم یہ مسائل لاینحل نہیں؛ پانی کی بچت والی آبپاشی، اچھا بیج، متوازن کھاد، آسان قرض و بیمہ، ذخیرے و پروسیسنگ کی سہولتیں اور مضبوط

تحقیقی نظام مل کر پیداوار میں واضح اضافہ کر سکتے ہیں۔ زراعت کی بہتری کا فائدہ صرف کاشت کار تک محدود نہیں رہے گا؛ خوراک سستی ہو گی، صنعت کو خام مال ملے گا، برآمدات بڑھیں گی اور دیہی غربت کم ہو گی۔ اس لیے زرعی مسائل کا حل دراصل پوری ملکی معیشت کے حل کی کنجی ہے، اور کمرشل جغرافیہ کے طالب علم کے لیے ان کی جغرافیائی جڑوں کو سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہر علاقے کے مسائل اور حل اس کے اپنے ماحول کے مطابق مختلف ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 2: لائیو اسٹاک کے حوالے سے اپنے گردونواح میں ہونے والی سرگرمیوں کا جامع تجزیہ کرتے ہوئے انہیں تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔ (20)

تعارف

لائیو اسٹاک سے مراد پالتو جانوروں کی پرورش سے جڑا ہوا شعبہ ہے، جس میں گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، مرغیاں اور دیگر جانور شامل ہیں۔ پاکستان میں یہ شعبہ زراعت کا سب سے بڑا ساتھی ہے؛ دیہات کے تقریباً ہر گھر میں چند جانور ضرور ہوتے ہیں اور دودھ، گوشت، انڈے، اون اور کھال جیسی بنیادی غذائی و صنعتی اشیا اسی سے ملتی ہیں۔ یہ سوال نوعیت کے اعتبار سے مشاہداتی ہے، یعنی طالب علم سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے گردونواح میں ہونے والی لائیو اسٹاک سرگرمیوں کا تجزیہ کر کے لکھے۔ اس رہنما جواب میں ایک عام پاکستانی قصبے و اس کے مضافاتی دیہات کی تصویر کو مثالی نمونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے، تاکہ طریقہ کار واضح ہو جائے۔ یہ مثالی بیان طالب علم کو اپنے علاقے کے اصل ناموں، اعداد اور تجربات سے بدل کر لکھنا ہو گا، کیونکہ ہر علاقے کی سرگرمیاں اس کے ماحول کے مطابق مختلف ہوتی ہیں۔ ذیل میں سرگرمیوں کو اقسام وار بیان کر کے ان کا معاشی و معاشرتی تجزیہ کیا گیا ہے۔

دودھ و گوشت کی پیداوار سے متعلق سرگرمیاں

مشاہدے میں سب سے نمایاں سرگرمی دودھ کی ہے۔ گھروں اور چھوٹے بڑے ڈیری فارموں میں بھینس اور گائے پالی جاتی ہیں؛ کہیں دو چار جانور گھریلو ضرورت و تھوڑی فروخت کے لیے ہوتے ہیں اور کہیں درجنوں جانوروں کے باقاعدہ فارم قائم ہیں جہاں دودھ دودھ والوں، یعنی گوالوں، کے ذریعے یا براہ راست قریبی شہر کی دکانوں اور ڈیری کمپنیوں کے مراکز تک پہنچتا ہے۔ صبح و شام دودھ دوہنے، چارہ کاٹ کر لانے اور جانوروں کو نہلانے کی سرگرمی دیہی زندگی کا روزمرہ ہے اور اس میں خواتین کا کردار خاص طور

پر نمایاں ہوتا ہے۔ گوشت کی سرگرمی اس سے جڑی ہے؛ بکرے و دنبے عید الاضحیٰ اور عام گوشت کی طلب کے لیے پالے جاتے ہیں، محرم و شادی بیاہ کے موسموں میں ان کی مانگ بڑھ جاتی ہے اور قصاب و منڈی کے آڑھتی اس کاروبار کا حصہ بنتے ہیں۔ ہفتہ وار یا مخصوص دن لگنے والی مویشی منڈی اس ساری سرگرمی کا مرکز ہوتی ہے جہاں جانوروں کی خرید و فروخت، قیمتوں کا بھاؤ تاؤ اور دور دراز سے آئے تاجروں کی آمد دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ منڈی علاقے کی معاشی زندگی کا آئینہ ہوتی ہے۔

مرغبانی، چارہ و متعلقہ روزگار کی سرگرمیاں

دوسری بڑی سرگرمی مرغبانی ہے۔ قصبے کے اطراف برائیلر اور انڈوں کے فارم قطار در قطار آتے ہیں جہاں ہزاروں مرغیاں جدید شیڈوں میں رکھی جاتی ہیں، جبکہ گھریلو سطح پر دیسی مرغیاں تقریباً ہر آنگن میں پائی جاتی ہیں جن کے انڈے اور گوشت گھر کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ اس شعبے سے فیڈ مل، چوزہ سپلائی کرنے والے، ادویات کی دکانیں اور انڈا و مرغی کے تھوک تاجر جڑے ہوئے ہیں، یعنی ایک فارم کئی دیگر کاروباروں کو چلاتا ہے۔ تیسری سرگرمی چارہ اور خوراک کی ہے؛ برسیم، مکئی، جئی اور گھاس کی فصلیں خاص طور پر جانوروں کے لیے اگائی جاتی ہیں، ٹوڑی و بھوسا ذخیرہ کیا جاتا ہے اور فارموں پر سائلج بنانے کا رواج بڑھ رہا ہے۔ اس کے ساتھ جانوروں کی صحت سے متعلق سرگرمیاں بھی موجود ہیں؛ سرکاری ویٹرنری اسپتال اور نجی طور پر کام کرنے والے ماہرین ویکسین، علاج اور مصنوعی نسل کشی کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں، مگر دور دراز کے علاقوں میں یہ سہولتیں اب بھی ناکافی محسوس ہوتی ہیں۔ کھال، اون اور گوبر جیسی ضمنی پیداوار بھی معیشت کا حصہ ہے؛ گوبر کھاد اور ایندھن کے طور پر، کھالیں چمڑے کی صنعت کو اور اون قالین و کمبل سازی کو جاتی ہیں۔

جامع تجزیہ: فوائد، مسائل اور رجحانات

ان سرگرمیوں کا تجزیہ کیا جائے تو پہلا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لائیو اسٹاک دیہی معیشت کا مستقل آمدن دینے والا ذریعہ ہے۔ فصل سال میں ایک یا دو بار آمدن دیتی ہے، مگر دودھ روزانہ بکتا ہے، اس لیے کسان کے گھر کا روز خرچ اسی سے چلتا ہے، اور یہی خصوصیت اسے غریب گھرانوں خصوصاً خواتین کے لیے مالی سہارا بناتی ہے۔ دوسرا نتیجہ غذائی اہمیت کا ہے؛ دودھ، دہی، گوشت اور انڈے علاقے کی پروٹین کی ضرورت پوری کرتے ہیں اور بچوں کی نشوونما سے جڑے ہیں۔ مسائل کی فہرست بھی واضح ہے: اچھی نسل کے

جانوروں کی کمی سے فی جانور دودھ کم ملتا ہے، فیڈ وادویات کی قیمت بڑھنے سے لاگت بڑھ گئی ہے، منہ کھر اور دیگر بیماریاں اچانک بڑا نقصان کر دیتی ہیں، دودھ میں ملاوٹ کی شکایات اعتماد کو مجروح کرتی ہیں اور چھوٹے پالنے والوں کو منڈی میں مناسب قیمت کے لیے مشکلات پیش آتی ہیں۔ رجحانات کی بات کریں تو بڑے شہروں کے قریب جدید ڈیری و پولٹری فارم بڑھ رہے ہیں، موبائل فون کے ذریعے منڈی کی قیمت معلوم کرنا عام ہو رہا ہے اور کچھ نوجوان اسے باقاعدہ کاروبار کے طور پر اپنا رہے ہیں۔ اگر نسل بہتر بنانے، ویکسین کی بروقت فراہمی اور دودھ کی کول چین یعنی ٹھنڈا رکھ کر منڈی تک پہنچانے کے انتظامات پر توجہ دی جائے تو یہی شعبہ علاقے کی خوشحالی کا سب سے تیز ذریعہ بن سکتا ہے۔ یہ سارا تجزیہ مثالی نمونے پر مبنی ہے؛ طالب علم اپنے گردونواح کے اصل فارمز، منڈی اور پالنے والوں کے مشاہدے سے اسے اپنے الفاظ میں دوبارہ ترتیب دے۔

ایک اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ لائیو اسٹاک کی سرگرمیاں علاقے کی سماجی زندگی سے بھی جڑی ہوتی ہیں۔ قربانی کے جانور کی خرید، شادی بیاہ پر دودھ و گوشت کی فراہمی اور مویشی منڈی کا میلہ صرف کاروبار نہیں بلکہ میل جول اور سماجی رابطے کا ذریعہ بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح مہنگائی کے دنوں میں گھر کے جانور غریب خاندان کے لیے بچت کی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں ضرورت کے وقت بیچ کر اچانک خرچ پورا کر لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین لائیو اسٹاک کو دیہی خاندان کا چلتا پھرتا بینک بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ مشکل وقت میں سب سے پہلا سہارا بنتا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

مختصر یہ کہ ہمارے گردونواح میں لائیو اسٹاک کی سرگرمیاں دودھ و گوشت، مرغبانی، چارے کی کاشت، منڈی کی تجارت اور جانوروں کی صحت کی خدمات پر پھیلی ہوئی ہیں اور یہ دیہی و قصباتی زندگی کی معاشی شریان ہیں۔ ان کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ شعبہ روزانہ آمدن، غذائی سہولت اور روزگار کے مواقع فراہم کرتا ہے، مگر نسل، بیماری، مہنگی فیڈ اور منڈی کے مسائل اس کی استعداد کو روکے ہوئے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لائیو اسٹاک کو زراعت کا ذیلی کام سمجھنے کے بجائے ایک مکمل صنعت کے طور پر منظم کیا جائے تو یہ نہ صرف دیہی آمدن بڑھا سکتا ہے بلکہ ملک کی دودھ و گوشت کی بڑھتی طلب پوری کرنے اور برآمدات میں بھی اپنا حصہ ڈال سکتا ہے۔ طالب علم کے لیے اس سوال کا اصل سبق مشاہدے کی عادت ہے؛ جو علم کتاب کے ساتھ اپنے ماحول کے جائزے سے جڑ جائے وہی پائیدار ہوتا ہے۔

سوال نمبر 3: معاشرتی زندگی کی تعریف کریں اور اس پر معاشی اثرات کی تفصیل بیان کریں۔(20)

تعارف

انسان اکیلا نہیں رہ سکتا؛ وہ خاندان، برادری، محلے اور معاشرے میں رہتا ہے، اور اس اجتماعی زندگی کے رنگ ڈھنگ کو معاشرتی زندگی کہا جاتا ہے۔ کمرشل جغرافیہ میں اس موضوع کا شامل ہونا بظاہر غیر معمولی لگ سکتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ منڈی اور معاشرت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ آدمی کتنا کماتا ہے، کیا کھاتا پہنتا ہے، کہاں رہتا ہے اور اپنے بچوں کو کس قدر تعلیم دیتا ہے، یہ سب فیصلے اس کی معاشی حالت سے جڑے ہوتے ہیں، اور اس کے برعکس اس کی عادات، رسوم اور ترجیحات معیشت کی سمت بھی متعین کرتی ہیں۔ اس جواب میں پہلے معاشرتی زندگی کی تعریف اور اس کے بنیادی عناصر بیان کیے جائیں گے، پھر معاشی اثرات کو آمدن و معیارِ زندگی، تعلیم و صحت، رہائش و خوراک، رسوم و سماجی رویوں اور خواتین و بچوں کی صورتِ حال جیسے پہلوؤں میں تقسیم کر کے تفصیل سے سمجھایا جائے گا۔

معاشرتی زندگی کی تعریف اور عناصر

معاشرتی زندگی کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ انسانوں کے اس مجموعی طرزِ زندگی کا نام ہے جو وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر گزارتے ہیں، جس میں ان کے باہمی تعلقات، رسم و رواج، اقدار، عقائد، لباس و خوراک، رہائش اور تفریح کے انداز شامل ہوتے ہیں۔ اس کی سب سے چھوٹی اکائی خاندان ہے، اس کے بعد برادری، محلہ، گاؤں یا شہر اور بالآخر پورا معاشرہ آتا ہے۔ معاشرتی زندگی کے بڑے عناصر میں خاندانی نظام، شادی بیاہ و دیگر رسومات، مذہبی و ثقافتی تہوار، زبان و لباس، مہمان نوازی و میل جول کی روایات اور بڑوں کے احترام جیسی اقدار شامل ہیں۔ یہ عناصر جامد نہیں ہوتے؛ وقت، تعلیم، شہری زندگی اور معاشی حالات کے ساتھ ان میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ مثال کے طور پر مشترکہ خاندان کا نظام دیہات میں اب بھی مضبوط ہے جبکہ بڑے شہروں میں ملازمت اور رہائش کی مجبوریوں نے چھوٹے خاندانوں کا رجحان بڑھا دیا ہے۔ اسی طرح کسی علاقے کی معاشرتی زندگی اس کے جغرافیائی و معاشی ماحول سے بھی متاثر ہوتی ہے؛ ساحلی علاقوں کے کھانے و پیشے الگ، پہاڑی علاقوں کے الگ اور میدانی زرعی علاقوں کے الگ ہوتے ہیں۔ یہی پس منظر معاشی اثرات کو سمجھنے کی بنیاد ہے۔

آمدن، معیار زندگی، تعلیم و صحت پر اثرات

معاشی اثرات کا سب سے براہ راست پہلو آمدن اور معیار زندگی ہے۔ جس گھرانے کی آمدن بہتر ہوتی ہے اس کی خوراک متنوع، لباس و رہائش بہتر اور زندگی با آسائش ہوتی ہے، جبکہ کم آمدن والا گھرانہ بنیادی ضرورتوں میں ہی الجھ رہتا ہے۔ یہ فرق پورے معاشرے میں طبقاتی تقسیم کی صورت میں بھی نظر آتا ہے اور رہن سہن کے نمایاں فرق سماجی رویوں کو جنم دیتے ہیں۔ دوسرا بڑا اثر تعلیم پر پڑتا ہے؛ خوشحال گھرانے بچوں کو اچھی تعلیم دلا سکتے ہیں اور تعلیم آگے چل کر بہتر روزگار کا ذریعہ بنتی ہے، جبکہ غربت میں بچے کم عمری میں کام پر لگ جاتے ہیں اور یہ چکر نسل در نسل چلتا رہتا ہے۔ تیسرا اثر صحت پر ہے؛ آمدن ہو تو علاج، صاف پانی، متوازن غذا اور صاف ستھرا ماحول میسر آتا ہے، ورنہ بیماری عام اور علاج مشکل ہو جاتا ہے، خصوصاً زچگی و بچوں کی صحت کے معاملات میں۔ مہنگائی کے دور میں یہ اثرات اور گہرے ہو جاتے ہیں، کیونکہ بڑھتی قیمتوں سے درمیانی طبقے کی سماجی ذمہ داریاں، جیسے بچوں کی تعلیم و شادی، پوری کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور قرض لینے کا رجحان بڑھتا ہے۔ یہ معاشی دباؤ براہ راست خاندانی سکون اور سماجی استحکام کو متاثر کرتا ہے۔

رہائش، خوراک، رسوم اور سماجی رویوں پر اثرات

رہائش اور خوراک میں بھی معاشی اثر واضح دکھائی دیتا ہے۔ آمدن بڑھنے سے لوگ پکے مکان، بجلی، گیس اور جدید سہولتوں کی طرف آتے ہیں اور شہروں کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں، جبکہ معاشی کمزوری کچی بستیوں اور بنیادی سہولتوں سے محروم بستیوں کو جنم دیتی ہے۔ خوراک میں خوشحالی کے ساتھ تنوع آتا ہے، یعنی گوشت، پھل، دودھ اور پیک شدہ اشیا کا استعمال بڑھتا ہے، جبکہ تنگی میں سادہ اور یکساں غذا پر گزارا ہوتا ہے، جس کے صحت پر اثرات پڑتے ہیں۔ رسوم و رواج بھی معیشت سے خالی نہیں؛ شادی بیاہ، ولیمے، عیدین و تہواروں پر خرچ کی سطح خاندان کی آمدن سے طے ہوتی ہے، اور بدقسمتی سے دکھاوے کی دوڑ میں بہت سے گھرانے استطاعت سے بڑھ کر خرچ کر کے قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ معاشی حالات سماجی رویوں کو بھی بدلتے ہیں؛ بے روزگاری بڑھے تو جرائم، نشہ اور خاندانی تنازعات کا رجحان بڑھنے کی رپورٹیں عام ہوتی ہیں، جبکہ روزگار کی فراوانی معاشرے میں اعتماد، برداشت اور اجتماعی فلاحی کاموں میں دلچسپی بڑھاتی ہے۔ خواتین کی تعلیم و روزگار میں شرکت بھی معاشی ضرورت و مواقع کے ساتھ بڑھتی ہے اور

اس سے خاندان کی آمدن کے ساتھ ساتھ اگلی نسل کی تربیت و تعلیم بھی بہتر ہوتی ہے۔ گویا معیشت معاشرت کا خاموش معمار ہے جو گھر کی دیواروں سے لے کر معاشرے کے مزاج تک سب کچھ آہستہ آہستہ تراشتا رہتا ہے۔

اس ضمن میں نقل مکانی کا پہلو بھی اہم ہے۔ جب دیہات میں روزگار کے مواقع کم ہوتے ہیں تو نوجوان شہروں یا بیرون ملک کا رخ کرتے ہیں، جس سے گاؤں کی معاشرتی زندگی میں بڑی تبدیلی آتی ہے؛ پیچھے رہ جانے والے بزرگوں و خواتین پر ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں، جبکہ شہر بھیجے گئے پیسے، یعنی ترسیلات، سے گھروں کی تعمیر، تعلیم اور کاروبار میں بہتری آتی ہے۔ اسی طرح ذرائع ابلاغ اور موبائل فون نے بھی معاشرتی زندگی کے انداز بدل دیے ہیں، مگر ان سہولتوں تک رسائی کا دارومدار بھی آخرکار خاندان کی معاشی استطاعت ہی پر ہوتا ہے۔ یوں ثابت ہوتا ہے کہ معاشی اثر محض جیب تک محدود نہیں رہتا بلکہ رہن سہن، رشتوں اور سوچ تک میں سرایت کر جاتا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ معاشرتی زندگی انسانوں کے مل جل کر رہنے کے مجموعی طرز کا نام ہے جس میں خاندان، رسوم، اقدار اور روزمرہ کے انداز شامل ہیں، اور معاشی حالات اس زندگی کے ہر پہلو پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں۔ آمدن معیار زندگی، تعلیم، صحت، رہائش، خوراک اور رسومات کی سطح کو متعین کرتی ہے، جبکہ معاشی بحران غربت، بچوں کی محنت، بیماری اور سماجی بے چینی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ صحت مند سماجی اقدار، مثلاً سادگی، تعاون اور تعلیم کی قدر، معاشی مسائل کا بوجھ ہلکا کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ترقی کا مطلب صرف آمدن بڑھانا نہیں بلکہ ایسی معاشی بہتری ہے جو سماجی زندگی کو متوازن، پرسکون اور باوقار بنائے؛ یہی متوازن سوچ کسی بھی معاشرے کی پائیدار ترقی کی اصل بنیاد ہوتی ہے۔

سوال نمبر 4: پاکستان میں سوتی کپڑے اور اونی کپڑے کی صنعت کے حوالے سے تفصیلاً بیان کریں۔ (20)

تعارف

کپڑے کی صنعت پاکستان کی سب سے بڑی اور قدیم صنعت ہے اور اس میں سوتی کپڑا سرفہرست ہے، جبکہ اونی کپڑا ایک چھوٹی مگر اہم اور معیاری صنعت کے طور پر اپنا مقام رکھتا ہے۔ سوتی صنعت کا رشتہ کپاس کی فصل سے ہے جو ہمارے میدانی علاقوں کی بڑی نقد آور فصل ہے، اور اس صنعت نے کاشت کار سے لے کر برآمد کنندہ تک لاکھوں افراد کو روزگار دیا ہوا ہے۔ اس کے برعکس اونی صنعت کا خام مال ون ہے جو بھیڑوں سے ملتی ہے، اور یہ صنعت سرد علاقوں اور معیاری گرم کپڑے و کمبل و قالین کی طلب سے جڑی ہے۔ اس جواب میں پہلے سوتی کپڑے کی صنعت کا تفصیلی جائزہ لیا جا ے گا، جس میں اس کے مراحل، مراکز اور مسائل شامل ہوں گے، پھر اونی کپڑے کی صنعت کا بیان آئے گا اور آخر میں دونوں کا تقابلی جائزہ اور مجموعی نتیجہ پیش کیا جائے گا۔

سوتی کپڑے کی صنعت: مراحل، مراکز اور اہمیت

سوتی صنعت ایک زنجیر کی صورت میں چلتی ہے جس کا پہلا مرحلہ جننگ ہے، یعنی کپاس سے بیج الگ کر کے روئی کی گانٹھیں بنانا؛ یہ فیکٹریاں کپاس کے علاقوں، خصوصاً جنوبی پنجاب اور سندھ میں لگی ہیں۔ دوسرا مرحلہ کتائی ہے جس میں روئی سے دھاگہ بنتا ہے، تیسرا مرحلہ بنائی و بنتر ہے جس میں دھاگے سے کھدر سمیت مختلف اقسام کا کپڑا تیار ہوتا ہے، اور چوتھا مرحلہ رنگائی، چھپائی اور تکمیل یعنی فنشنگ کا ہے جس کے بعد کپڑا ملبوسات اور گھریلو استعمال کی صورت میں منڈی جاتا ہے۔ پاکستان میں فیصل آباد اس صنعت کا سب سے بڑا مرکز ہے جسے اسی وجہ سے ملک کا مانچسٹر کہا جاتا ہے؛ اس کے علاوہ کراچی، لاہور، ملتان، حیدر آباد اور گوجرانوالہ میں بھی بڑی ملیں اور پاور لوم کے شعبے کام کرتے ہیں۔ پاور لوم کا غیر منظم شعبہ بھی بہت بڑا ہے جو چھوٹی اکائیوں میں کپڑا بنتا ہے اور لاکھوں خاندانوں کا ذریعہ معاش ہے۔ اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ٹیکسٹائل مجموعی طور پر ہماری برآمدات کا سب سے بڑا شعبہ ہے؛ کپڑا، دھاگہ، تولیے، چادریں اور تیار ملبوسات یورپ و امریکا تک جاتے ہیں۔ اس صنعت کے جغرافیائی عوامل میں کپاس کی قربت، تاریخی بنکروں کی محنت، پانی و بجلی، بندرگاہ کراچی سے قربت اور بڑی شہری منڈی شامل ہیں۔

اس صنعت کے مسائل بھی کم نہیں۔ کپاس کی فصل کیڑوں اور موسمی اثرات سے متاثر ہونے سے خام مال کی کمی و مہنگائی ہو جاتی ہے، بجلی و گیس کی مہنگی قیمت اور لوڈشیڈنگ لاگت بڑھا دیتی ہے، پرانی مشینری سے معیار متاثر ہوتا ہے اور عالمی منڈی میں بنگلہ دیش و بھارت جیسے حریفوں سے مقابلہ سخت ہے۔ اس کے باوجود قدر میں اضافے یعنی ملبوسات و فیشن مصنوعات کی طرف بڑھنا اور نئی منڈیاں تلاش کرنا اس کے روشن پہلو ہیں۔

اونی کپڑے کی صنعت: خام مال، مراکز اور مصنوعات

اونی کپڑے کی صنعت کا خام مال اون ہے جو بھیڑوں کی کھال سے اتاری جاتی ہے۔ پاکستان میں بھیڑیں زیادہ تر خیبر پختونخوا، بلوچستان، گلگت بلتستان، آزاد کشمیر اور تھر و چولستان جیسے علاقوں میں پالی جاتی ہیں، جہاں کے سرد یا نیم سرد موسم میں اون کی پیداوار نسبتاً بہتر ہوتی ہے۔ اون اتارنے کے بعد اس کی صفائی، درجہ بندی، کتائی اور بنائی کے مراحل ہوتے ہیں، اور اس سے گرم کپڑا، سوئٹنگ، کمبل، شالیں، جرسی و سویٹر اور قالین و دری بنائے جاتے ہیں۔ یہ صنعت دو صورتوں میں چلتی ہے: ایک منظم ملیں و کارخانے جہاں مشینوں پر بڑے پیمانے کی پیداوار ہوتی ہے، اور دوسری دیسی و گھریلو دستکاری جس میں خصوصاً خواتین شالیں، پٹو اور قالین بُنتی ہیں۔ ہنر کا یہ شعبہ ثقافتی ورثہ بھی ہے اور دیہی آمدن کا ذریعہ بھی۔ ملکی اون کا ایک حصہ موٹا ہوتا ہے جو قالین سازی کے لیے موزوں ہے، جبکہ عمدہ و باریک اون برائے سوئٹنگ و اعلیٰ ملبوسات اکثر درآمد کرنی پڑتی ہے اور درآمدی اون غیر ملکی ریشوں کے ساتھ ملا کر کپڑا بنایا جاتا ہے۔ اونی مصنوعات کی منڈی سرد علاقے اور بیرون ملک مقیم پاکستانی و برآمدی آرڈر ہیں، اور سردیوں کا موسم آتے ہی اس صنعت کی سرگرمی عروج پر پہنچ جاتی ہے۔

اونی صنعت کے مسائل میں خام مال کی غیر منظم اکٹھاؤ، صفائی و درجہ بندی کی سہولتوں کی کمی، باریک اون کے لیے درآمد پر انحصار اور مشینی و مصنوعی ریشوں کے سستے کپڑوں سے مقابلہ شامل ہیں۔ تاہم قالین و دستکاری مصنوعات کی برآمد، سیاحتی علاقوں میں شالوں و گرم ملبوسات کی طلب اور مقامی اون کی درجہ بندی بہتر بنا کر اس صنعت کو بڑھانے کے امکانات موجود ہیں۔

تقابلی جائزہ

دونوں صنعتوں کا تقابل کرنے سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں۔ سوتی صنعت کا خام مال کپاس ہے جو میدانی و گرم علاقوں کی فصل ہے، جبکہ اونی صنعت کا خام مال اون ہے جس کا تعلق زیادہ تر پہاڑی و سرد علاقوں کی مویشی پالنے سے ہے۔ سوتی صنعت بڑے پیمانے کی، برآمدات میں سرفہرست اور سارا سال چلنے والی ہے، جبکہ اونی صنعت نسبتاً چھوٹی اور اس کی طلب زیادہ تر موسم سرما سے وابستہ ہے۔ دونوں کو عام مسائل، یعنی توانائی کی لاگت، پرانی ٹیکنالوجی اور عالمی مقابلہ، کا سامنا ہے اور دونوں میں قدر بڑھانے یعنی تیار ملبوسات و معیاری مصنوعات کی طرف جانا وقت کی ضرورت ہے۔ ذیل کی جدول میں یہ تقابل خلاصے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

جدول 1: سوتی و اونی کپڑے کی صنعت کا تقابلی خلاصہ

پہلو	سوتی کپڑے کی صنعت	اونی کپڑے کی صنعت
خام مال	کپاس (میدانی فصل)	اون (بھیڑ پالنا)
بڑے مراکز / علاقے	فیصل آباد، کراچی، لاہور، ملتان	سرد و پہاڑی علاقے، دستکاری مراکز
اہم مصنوعات	کپڑا، دھاگہ، ملبوسات، تولیے	گرم کپڑا، کمبل، شال، قالین
طلب کا رجحان	سارا سال، برآمدات میں سرفہرست	زیادہ تر موسم سرما میں عروج

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ سوتی کپڑے کی صنعت پاکستان کی سب سے بڑی صنعت ہے جو جننگ، کتائی، بنائی اور فنشنگ کی زنجیر پر چلتی ہے، فیصل آباد و کراچی اس کے بڑے مراکز ہیں اور برآمدات میں اس کا حصہ سب سے نمایاں ہے۔ اونی کپڑے کی صنعت بھیڑوں کی اون پر مبنی، نسبتاً چھوٹی مگر گرم کپڑے، کمبل اور قالین کے حوالے سے اہم صنعت ہے جس میں دھاگے سے لے کر دستکاری تک کئی درجے ہیں۔ دونوں صنعتیں مل کر ہماری ٹیکسٹائل شناخت بناتی ہیں اور دونوں کی ترقی خام مال کی بہتری، توانائی کی مناسب قیمت، جدید

مشینری اور برآمدی معیار سے مشروط ہے۔ اگر قدر میں اضافے کی پالیسی کامیاب ہو جائے تو یہ صنعتیں نہ صرف زرمبادلہ بڑھا سکتی ہیں بلکہ کاشت کار، بُنکر اور مویشی پالنے والے جیسے کئی طبقات کی آمدن میں بیک وقت بہتری لا سکتی ہیں۔

سوال نمبر 5: ذرائع نقل و حمل کی تعریف کریں نیز دنیا میں چار بنیادی ذرائع نقل و حمل تفصیلاً بیان کریں۔ (20)

تعارف

نقل و حمل انسانی تہذیب کی وہ شریان ہے جس کے بغیر تجارت، صنعت اور شہری زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کھیت کی فصل منڈی تک، کارخانے کا مال بندرگاہ تک اور انسان اپنے گھر سے دفتر، اسکول یا دوسرے شہر و ملک تک، یہ سب نقل و حمل ہی کی بدولت ممکن ہے۔ کمرشل جغرافیہ میں اس موضوع کی بنیادی حیثیت اس لیے ہے کہ پیداوار اور کھپت کے مقامات عموماً الگ الگ ہوتے ہیں اور انہیں جوڑنے والا واحد ذریعہ یہی ہے۔ اس جواب میں پہلے ذرائع نقل و حمل کی تعریف کی جائے گی، پھر دنیا کے چار بنیادی ذرائع، یعنی سڑک، ریل، آبی اور ہوائی نقل و حمل، کو ایک ایک کر کے تفصیل سے بیان کیا جائے گا، جن میں ہر ذریعے کی خصوصیات، فوائد، حدود اور دنیا و پاکستان میں اس کے استعمال کا احوال شامل ہو گا۔ آخر میں چاروں کا جائزہ لے کر یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ کوئی ایک ذریعہ کافی نہیں، بلکہ ان کا متوازن مجموعہ ہی کسی ملک کی معاشی رفتار طے کرتا ہے۔

ذرائع نقل و حمل کی تعریف اور اہمیت

ذرائع نقل و حمل کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ وہ تمام ذرائع و انتظامات جن کے ذریعے انسان اور اشیا کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے، ذرائع نقل و حمل کہلاتے ہیں۔ اس میں خود وسیلہ، مثلاً ٹرک، ٹرین، جہاز یا ہوائی جہاز، راستہ، مثلاً سڑک، ریل لائن، دریا یا فضائی راستہ، اور اڈے و سہولتیں، مثلاً بس اڈا، اسٹیشن، بندرگاہ اور ہوائی اڈا، سب شامل ہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ چند نکات سے لگایا جا سکتا ہے: یہ خام مال کو کارخانے اور تیار مال کو منڈی سے جوڑ کر تجارت و صنعت کو چلاتا ہے، علاقوں کی قیمتیں متوازن رکھتا ہے، کیونکہ جہاں شے زیادہ ہو وہاں سے کمی والے علاقے تک پہنچ جاتی ہے، روزگار کے بے شمار مواقع پیدا کرتا ہے، دور دراز علاقوں کو قومی زندگی سے جوڑتا ہے اور قدرتی آفات و دفاعی ضرورتوں میں فوری رسائی ممکن بناتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن خطوں میں نقل و حمل ترقی یافتہ ہوا وہاں شہر، صنعت اور تجارت نے جنم لیا، اور کراچی

ولاہور جیسے شہروں کی ترقی بھی دراصل راستوں کے سنگم ہونے کا نتیجہ ہے۔ جدید دور میں کنٹینر، موٹروے اور تیز رفتار آمد و رفت نے نقل و حمل کو معیشت کی رفتار کا پیمانہ بنا دیا ہے۔

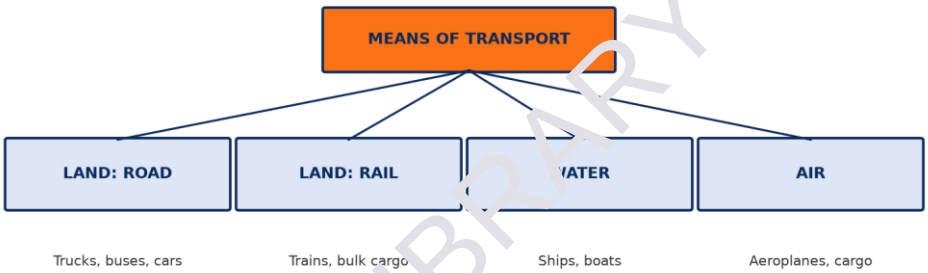

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

شکل 1: دنیا کے چار بنیادی ذرائع نقل و حمل (Figure: Four Basic Means of Transport)

پہلا و دوسرا ذریعہ: سڑک اور ریل

پہلا بنیادی ذریعہ سڑک کے راستے نقل و حمل ہے۔ اس میں پیدل و جانوروں کی روایتی سواریوں سے لے کر سائیکل، موٹر سائیکل، کار، بس، ٹرک اور ٹرالر سب شامل ہیں۔ سڑک کی سب سے بڑی خوبی لچک ہے؛ یہ گھر کے دروازے سے منڈی کے دروازے تک براہ راست رسائی دیتی ہے، مختصر فاصلے اور جلد خراب ہونے والی اشیا، مثلاً دودھ و سبزی، کے لیے سب سے موزوں ہے اور پہاڑی و دیہی علاقوں سمیت ہر جگہ بنائی جا سکتی ہے۔ اس کی حدود بھی ہیں؛ فی اکائی لاگت نسبتاً زیادہ، بڑی مقدار کی بلک اشیا کے لیے ناموزوں، ٹریفک جام و حادثات اور دھویں سے ماحولیاتی آلودگی اس کے منفی پہلو ہیں۔ پاکستان میں سامان کی نقل و حمل کا بڑا حصہ سڑکوں سے ہی ہوتا ہے اور قومی شاہراہیں و موٹرویز اس نظام کی ریڑھ ہیں۔ دوسرا ذریعہ ریل نقل و حمل ہے جو بڑی مقدار کے سامان اور بڑی تعداد کے مسافروں کو لمبے فاصلے تک نسبتاً کم لاگت میں لے جانے کے لیے مشہور ہے۔ کوئلہ، گندم، سیمنٹ، اسٹیل اور کنٹینرز کے لیے ٹرین بہترین ہے، سفر نسبتاً محفوظ و آرام دہ ہوتا ہے اور فی مسافر ایندھن بھی کم لگتا ہے۔ اس کی حدود یہ ہیں کہ یہ

صرف مقررہ لائن اور اسٹیشن تک محدود ہوتی ہے، ابتدائی سرمایہ بہت زیادہ درکار ہوتا ہے اور نظام کی خرابی سے پورا سلسلہ متاثر ہوتا ہے۔ دنیا میں چین، روس، امریکا اور بھارت میں ریل کا وسیع جال ہے، جبکہ پاکستان میں ریل کا نظام آزادی کے وقت کی لائنوں پر زیادہ تر قائم ہے اور اس کی تجدید ایک طویل عرصے سے زیر بحث ہے۔

تیسرا و چوتھا ذریعہ: آبی اور ہوائی نقل و حمل

تیسرا بنیادی ذریعہ آبی نقل و حمل ہے جو دریا، نہر، جھیل اور سب سے بڑھ کر سمندر کے راستے کشتیوں و جہازوں سے ہوتا ہے۔ یہ تمام ذرائع میں سب سے سستا ذریعہ ہے، کیونکہ ایک بڑا جہاز ہزاروں ٹن سامان، مثلاً خام تیل، کوئلہ، گندم اور کنٹینرز، ایک ساتھ لے جا سکتا ہے، اس لیے بین الاقوامی تجارت کا بڑا حصہ سمندری راستوں ہی سے ہوتا ہے اور دنیا کی بڑی بندرگاہیں تجارتی شہروں کی بنیاد بنی ہیں۔ اس کی کمزوری رفتار کی کمی، موسم و طوفان کا خطرہ اور یہ ہے کہ یہ صرف آبی راستوں تک محدود ہے، یعنی خشکی کے اندرونی علاقوں کو بندرگاہ سے جوڑنے کے لیے سڑک یا ریل کی مدد پھر بھی درکار ہوتی ہے۔ پاکستان کی بیرونی تجارت کراچی اور اس کے بعد گوادر کی بندرگاہوں سے ہوتی ہے اور گوادر کا مقام وسط ایشیا تک تجارت کے خواب سے جڑا ہوا ہے۔ چوتھا ذریعہ ہوائی نقل و حمل ہے جو سب سے تیز رفتار مگر سب سے مہنگا ذریعہ ہے۔ یہ مسافروں، قیمتی و ہلکی اشیا، ادویات، پھولوں اور فوری ڈاک کے لیے بہترین ہے اور قدرتی رکاوٹوں، پہاڑوں و سمندروں، سے آزاد ہے۔ اس کی حدود میں زیادہ کرایہ، وزن کی پابندی، موسم کی حساسیت اور ہوائی اڈوں تک محدود رسائی شامل ہیں۔ دور حاضر میں ہوائی کارگو اور براہ راست پروازوں نے دنیا کو عالمی گاؤں بنانے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ ذیل کی جدول میں چاروں ذرائع کا تقابلی خلاصہ دیا گیا ہے۔

جدول 1: چار بنیادی ذرائع نقل و حمل کا تقابل

ذریعہ	بڑی خوبی	بڑی حد	موزوں استعمال
سڑک	دروازے تک رسائی، لچک	لاگت و آلودگی نسبتاً زیادہ	قلیل فاصلہ، خراب ہونے والی اشیا

ریل	بھاری سامان کم لاگت میں	لائن و اسٹیشن تک محدود	کوئلہ، گندم، کثیر مسافر
آبی	سب سے سستا، بھاری مقدار	سست رفتار، راستوں تک محدود	بین الاقوامی تجارت، تیل و کوئلہ
ہوائی	سب سے تیز رفتار	سب سے مہنگا، وزن محدود	مسافر، قیمتی و فوری سامان

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ذرائع نقل و حمل انسانوں و اشیا کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کے تمام انتظامات کا نام ہے اور دنیا میں اس کے چار بنیادی ذرائع سڑک، ریل، پانی اور ہوا ہیں۔ سڑک لچک اور دروازے تک رسائی دیتی ہے، ریل بھاری سامان و کثیر مسافروں کو سستے میں لمبے فاصلے تک لے جاتی ہے، پانی بین الاقوامی تجارت کا سستا ترین ذریعہ ہے اور ہوا رفتار میں سب سے آگے ہے۔ دانش مند ملک کسی ایک ذریعے پر اکتفا نہیں کرتے؛ وہ ہر ذریعے کو اس کی خوبی کے مطابق استعمال کرتے ہوئے باہم جڑا ہوا نظام بناتے ہیں، جسے جدید زبان میں کثیر الوسیلہ نظام کہا جاتا ہے۔ پاکستان کے لیے سبق یہی ہے کہ سڑکوں کے ساتھ ریل اور بندرگاہوں کو مضبوط کیا جائے تاکہ نقل و حمل کی لاگت کم ہو اور ہماری مصنوعات عالمی منڈی میں زیادہ مسابقتی بن سکیں۔ نقل و حمل کی ترقی دراصل تجارت کی ترقی ہے، اور یہی اس سوال کا مرکزی نکتہ ہے۔